فہرست

بدعات صوفیا کی نظر میں

عرضِ ناشر

"سنّت" مؤمن کا زیور ہے' اس کی زینت' وقار اور شان ہے۔ سنّت اس کے لیے راحت' آرام' سکون اور اطمینان کا باعث ہے' آخرت میں عزت و تکریم' کامیابی و کامرانی اور حصولِ جنّت کی گارنٹی اور سب سے بڑھ کر اللہ احکم الحاکمین کی رضا کی ضامن ہے۔ جبکہ "بدعت" دُنیا میں ہی ناکامی و نامرادی' تمام اعمال کی بربادی' بدعت کی نحوست تمام عمر کی ساتھی' اللہ کی ناراضگی اور جنّت سے دُوری کا سبب بن جاتی ہے۔ بدعت سے تمام مسلمانوں کو تحقیق کر کے اپنا دامن بچا کر سنّت کے پھولوں سے بھرنا چاہئے۔ بدعت سے بچاؤ' بغیر کسی مسلک و فرقہ کی تفریق کے تمام مسلمانوں کا فرضِ اوّلین ہے تاکہ دنیا جو کہ آزمائش کا گھر' مؤمن کے لیے قید خانہ اور امتحان گاہ ہے' اس امتحان گاہ سے کامیابی حاصل کر کے آخرت میں سرخرو ہوا جا سکے۔ بدعت و سنّت کی اسی فکر کی ترجمانی کرتے ہوئے بڑی شرح و بسط اور تفصیل بیان کرتے ہوئے شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ نہایت دل نشیں انداز میں' سنّت کی محبت میں ڈوبے ہوئے قلم کے ساتھ سنّت کے محاسن اور بدعت کی ہلاکت خیزیاں اور ہولناکیاں بیان کرتے ہیں۔ ان کا یہ کتابچہ نایاب تھا جو آج سے تقریباً دو صدیاں (یعنی 170 سال) قبل لکھا گیا تھا۔ اس وقت کی اُردو زبان چونکہ آج سے یکسر مختلف تھی اس لیے میں نے قدیم زبان کی اصلاح کر

کے عبارت کو سلیس بنا دیا ہے اور یوں قدیم اردو کو جدید اردو کے قالب میں ڈھالنے کے بعد ترجمہ کی نوک پلک سنواری اور بعض الفاظ کہ جن کے مفہوم آج معلوم نہیں بریکٹ میں ان کے متعلق وضاحتی الفاظ دے دیئے تاکہ قاری کو مفہوم سمجھنے کے لیے مشکل کا شکار نہ ہونا پڑے۔ اس کے علاوہ آیات کے حوالے اور احادیث کی تخریج بھی کر دی گئی ہے۔ فللہ الحمد۔ آخر میں راقم نے ایک مضمون بعنوان "بدعات صوفیاء کی نظر میں" کا اضافہ بھی کر دیا ہے۔ اللہ احکم الحاکمین سے عاجزانہ دعا ہے کہ خطیب ہند، حامی توحید و سنت، شہسوار میدان قتال شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کے اس کتابچہ کو ہماری نجات کا ذریعہ اور سنتوں سے پیار اور بدعات سے بیزار کا باعث بنائے اور ان کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس کی حسین بہاریں نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

محمد طاہر نقاش

۱۰/ اکتوبر ۲۰۰۰ء لاہور

سنت کو اختیار کرنا اور بدعات سے بچنا

اس باب میں مجمل طور پر سنتِ مطہرہ کی خوبیوں' بدعت کی برائیوں اور مضرتوں کا احوال بیان کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا ﴾ [آل عمران ۳ / ۱۰۳]

"(اور اے ایمان والو!) تم سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو (یعنی آپس میں فرقے فرقے نہ ہو) اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی۔ وہ یہ کہ ایک وقت وہ تھا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اللہ نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی۔ پھر تم اللہ کی نعمت سے بھائی بن گئے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ تم کو ایک نبی کے تابع کیا اور ایک کتاب دی کہ اس پر عمل کرو سب مل کر' اور آپس میں پھوٹ (تفرقہ) نہ ڈالو کہ کوئی اپنی طرف سے ایک مذہب نکالے اور دوسرا اس کے مقابلہ میں اپنی عقل کی تیزی جتانے کو دوسرا رویہ پھیلائے اور جب نئی نئی راہیں نکلیں تو پھوٹ پڑے اور ایکا (اتحاد و یکجہتی) نہ رہے۔ سو فرمایا کہ اس قرآن کو تم ایک رسّی سمجھو جیسے کوئی شخص کسی گڑھے میں پڑے (گرے) ہوئے شخص کو رسّی لٹکا کر نکالتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن اتارا تم سب اس کو مضبوط پکڑو۔ جیسے نکلنے والا رسّی کو پکڑتا ہے اور جو رسّی نہ پکڑے وہ نیچے پڑا رہتا ہے یا

سستی سے پکڑے تو گر پڑتا ہے۔ سو تم سب مل کر اس قرآن کو مضبوط پکڑو اور اسی پر عمل کرو اور نئی نئی باتیں نکال کر دین میں پھوٹ نہ ڈالو اور اہلسنت کی جماعت سے ٹوٹ کر نہ رہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ گمراہی کی اصل یہی ہے کہ دین میں قرآن کو چھوڑ کر بدعتیں اور نئی نئی باتیں نکالنے اور نئی باتیں نکالنے سے اور نئی رسموں کے رائج ہونے سے قرآن چھوٹتا ہے۔

بروز قیامت سیاہ چہروں والے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَٰتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٠٦﴾ ﴾ [آل عمران ۳ / ۱۰۵'۱۰۶]

"اور (اے ایمان والو!) تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقے فرقے بن گئے اور کھلے واضح دلائل (احکام) آ جانے کے بعد بھی اختلاف پر قائم رہے' ایسے لوگوں کے لیے بہت بڑا عذاب (تیار) ہے۔ (یہ عذاب اس دن ہوگا) جس دن بہت سے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے چہرے سیاہ ہوں گے جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ (پھر ان سے کہا جائے گا) جو کفر تم کرتے رہے تھے اب (اس کے بدلے میں) عذاب کا مزہ چکھو۔"

یعنی اگلی امتوں کو صاف حکم بھیج چکے تھے۔ پھر وہ آپس میں اختلاف کر کے بہت سے فرقے ہو گئے۔ چنانچہ یہود اور نصاریٰ بہتر بہتر فرقے ہو گئے کہ ان کو عذاب ہوتا ہے سو تم ان کی طرح مت ہو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ تم کو قرآن و حدیث میں صاف صاف حکم آ چکے ہیں۔ تم اپنے دین میں نئی نئی رسم اور نئے نئے عقیدے اور

طریقے نہ نکالو اور پھوٹ نہ ڈالو کہ کوئی معتزلی ہوئے' کوئی خارجی بنے اور کوئی رافضی اور کوئی ناصبی اور اور کوئی جبری اور کوئی قدری اور کوئی مرجئی کہلائے اور کوئی سر پر بال رکھ کر اور چار ابرو کا صفایا کر کے فقیری جتائے۔ پھر ان میں کوئی قادری' کوئی نقشبندی' کوئی چشتی بنے۔ حکم یہی ہے کہ سب مل کر قرآن اور حدیث پر عمل کرو اور سنّت کے طریقے کے موافق مسلمان رہو اور یہود اور نصاریٰ کی طرح کئی فرقے مت ہو جاؤ اور نئی نئی باتیں نکال کر تفرقہ اور پھوٹ ڈالو۔ اس واسطے کہ قیامت کو بعضے لوگ سرخ رو (سرخ چہروں والے) بعضے روسیاہ (کالے رنگ کے چہروں والے) ہوں گے۔ تو ان روسیاہوں سے کہا جائے گا کہ تم پہلے مسلمان ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کے ماننے کا تم نے اقرار کیا۔ پھر دین میں نئی نئی باتیں اور رسمیں نکالیں اور بدعاتِ کفریہ جاری کیں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے موافق عمل کرنا چھوٹ گیا۔ پھر ان نئی رسموں کے جاری ہونے سے ان کی محبت دل میں پڑ گئی اور ان کا چھوٹنا مشکل ہو گیا۔ تو قرآن میں جو اس کے خلاف حکم پایا اُس حکم سے دل میں انکار آ گیا۔ (اب) اس انکار کا مزہ چکھو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص نئی نئی بدعتیں نکالے اور بدعت کے کام کرے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرآن کا منکر ٹھہر جاتا ہے اور روزِ قیامت کو روسیاہ (کالے' سیاہ چہرے کے ساتھ) اُٹھے گا پھر اس پر عذاب ہو گا اور اس سے کہا جائے گا کہ مزہ چکھو ان بدعتوں کا۔

اپنے طریقہ کار کو اچھا جانتے ہوئے اس پر اڑنا نہیں چاہیے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴾ [روم ۳۰ / ۳۲]

" (اے ایمان والو!) ان لوگوں میں سے نہ ہو کہ جنہوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالی اور بہت سے فرقے بن گئے (اس طرح) ہر فرقہ جو کچھ (غلط عقائد

وغیرہ) اپنائے (اور اختیار کئے) ہوئے ہے وہ اسی پر خوش ہو رہا ہے۔"

یعنی جو کام شریعت میں یا عقل کے نزدیک صریح بد ہے اس کو ہر کوئی بد (بڑا) جانتا ہے اور جو بڑا کام کہ آدمی اپنی عقل سے یا اور کسی سے سیکھ کر نیا ایجاد کرتا ہے تو اس کی بڑائی صریح قرآن و حدیث میں نہیں پاتا سو اس کام کو نیک جانتا ہے اور اس پر خوش ہوتا ہے اور بہت سے لوگ جو ایسی نئی نئی باتیں نکالتے ہیں تو خوش ہو کر یا اس کو پسند کر کے' اختیار کرتے ہیں اور ہر فرقے کی (طرف سے) جدا جدا نئی بدعتیں علیحدہ علیحدہ وضع کی ہوتی ہیں تو گروہ جدا ہو جاتے ہیں اور دین میں ایکا (اتحاد اور اتفاق) نہیں رہتا اور پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ مثلاً ایک فرقہ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو باقی سب اصحابوں رضی اللہ عنہم سے افضل اور بہتر جانا اور اپنا لقب تفضیلیہ رکھا اور ایک فرقہ نے ان سے بڑھ کر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل جبکہ باقی اصحابوں رضی اللہ عنہم کو بڑا جانا اور محرم میں محفلیں' تعزیہ داری اور مرثیہ خوانی اور سیہ پوشی اور حق چق پی اور بھس اڑانے کی (بدعات) ایجاد کیں اور ایک نے عید غدیر اور عید بابا شجاع ٹھہرائی اور نو روز کیا اور روزے' نماز' اذان' وضو میں کمی بیشی کر لی اور اپنا لقب شیعہ اور محب اہل بیت رکھا۔ اور ایک فرقے نے ان کے مقابلے میں علی رضی اللہ عنہ کو بڑا کہا اور اپنا لقب خارجی پسند کیا۔ ایک فرقے نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد کی دشمنی اور عداوت اختیار کی اور ناصبی خطاب اپنے واسطے گوارا کیا۔ اور ایک فرقے نے دیدارِ الٰہی کا انکار کیا اور گناہِ کبیرہ کو اسلام سے خروج کا باعث جانا اور معتزلی کہلوائے۔ اور ایک فرقے نے گوشہ نشینی اور ترک امر بالمعروف و نہی عن المنکر اختیار کر کے شغل برزخ اور نمازِ معکوس اور ختم اور توشے اور طرح طرح کے نئے نئے وِرد اور وظیفے اور فال نامے اور گنڈے' تعویذ اور اتارے اور حاضراتیں اور عرس اور قبروں پر مراقبہ اور باجا' راگ سننا اور حال لانا ایجاد کیا اور مشائخ اور پیر کہلائے۔ پھر کسی نے اپنے کو چشتی مقرر کیا' کسی نے قادری' کسی نے نقش بندی' کسی نے سہروردی' کسی نے رفاعی ٹھہرا لیا اور کوئی سر پر بڑے بڑے بال رکھ کر یا چار آبرو کا صفایا کر کے اور بڑی بڑی ٹوپیاں اور تاج دھر کر اور کفنی اور سہیلیاں گلے میں ڈال کر مداریہ یا جلالیہ مشہور

ہوا- اور کسی نے دو چار زٹلیں (بحثیں) منطق اور ریاضی اور ہندسے کی یاد کرلیں اور اپنے آپ کو ملا اور مولوی اور عالم مشہور کرنا چاہا- سو اس کے سوا اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں طرح کی راہیں نکالیں اور ہر ایک فرقہ خوش ہوا کہ ہم ہی خوب ہیں اور ہماری ہی راہ اچھی ہے- سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ایسا نہ کرو بلکہ ایک ملت اور دین اختیار کرو جو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا- سابق میں بھی یہود اور نصاریٰ نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی گروہ ہو گئے- سو تم ویسے نہ ہو...... اور اپنے دین میں پھوٹ اور تفرقہ نہ ڈالو- ایک قرآن اور حدیث پر عمل کرو اور اپنے پیغمبر (ﷺ) ہی کے تابع رہو تاکہ دین میں پھوٹ نہ پڑے-

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنے ہی مذہب اور روّیہ' طریقے' رسوم' عادات کو اچھا جان کر اس پر خاطر جمع نہ کرے' بے فکر ہو کر بیٹھ نہ رہے بلکہ حق بات کی تلاش میں رہے اور اپنے مذہب اور روّیہ اور طریقے' رسوم کا قرآن و حدیث سے مقابلہ کرے جو اس کے موافق ہو' وہ اختیار کرے اور جو اس کے مخالف ہو وہ ترک کرے- بنا گمراہی کی یہی ہے کہ آدمی اپنے روّیہ' طریقہ پر اَڑ رہے اور بے فکر ہو کر بیٹھ رہے- بہت سی خلقت اسی گمراہی میں پڑی ہوئی ہے کہ اللہ اور رسول کا حکم دریافت اور تحقیق نہیں کرتے- اپنے بزرگوں کی راہ پر خاطر جمع سے مطمئن ہو کر بیٹھ رہتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہی حق ہے-

کیا پیر کی بتائی ہوئی راہ سیدھی ہو سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام میں فرمایا ہے کہ :

﴿ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ [الانعام ٦ / ١٥٣]

"میرا سیدھا راستہ تو یہی ہے' بس اسی کی پیروی کرو اور (دوسرے) راستوں پر نہ چلنا ورنہ وہ راستے تم کو اللہ کے راستے سے علیحدہ کر دیں گے- اللہ تعالیٰ

(قرآن حکیم کے ذریعہ) تم کو ان باتوں کا حکم دے رہا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔"

یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا یہ قرآن جو میں نے تمہارے واسطے بھیجا' جو روّیہ اور طریقہ اس میں تمہارے کرنے کے لیے فرمایا یہی راہ میری رضامندی اور میری طرف پہنچنے کی سیدھی راہ ہے۔ اس راہ پر چلو اور اس کے سوا اور راہیں باپ دادے کی اور پیر اُستاد کی' رسم اور رواج کی' ملک کے بادشاہوں کی (راہوں پر) نہ چلو اور اگر ان راہوں پر چلو گے تو وہ راہیں تم کو میری راہ سے بھکا دیں گی۔ یہ میں نے تم کو سمجھا دیا کہ تم خبردار ہو جاؤ اور اَور راہوں سے بچتے رہو۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک بادشاہ نے کسی کو دور سے اپنے حضور میں بلایا اور فرمان قاصد شتر سوار کے ہاتھ بھیجا اور اس میں لکھ دیا کہ "فلانی شاہراہ پر ہو کر سیدھے چلے آؤ اور اس شاہراہ کی سب نشانیاں لکھ دیں اور یہ بھی لکھ دیا کہ فلاں ہمارا قاصد جو یہ فرمان لے کر پہنچتا ہے اس کے ساتھ جس طرح یہ راہ پر لائے اسی راہ پر چلتے ہوئے ہمارے حضور میں حاضر ہو جاؤ اور اس راہ میں اور بھی بہت سی راہیں ملی ہوئی ہیں کہ وہ اور طرف گئی ہیں۔ تمہیں ان راہوں کے چلنے والے بھی راستہ میں ملیں گے اور اپنی طرف بلائیں گے۔ ان کی طرف نہ جانا۔ ورنہ بھٹک جاؤ گے اور حضور تک نہ پہنچ سکو گے۔ پھر وہ شخص تھوڑی دور چل کر اور راہوں پر لگ جائے اور اس قاصد کے کہنے کے موافق نہ چلے اور فرمان کو نہ دیکھے اور اس کے مطلب کو نہ دریافت کرے اور دوسری راہوں کے چلنے والوں کے پیچھے چلے اور پھر جانے کہ میں سیدھی راہ پر بادشاہ کے حکم بموجب چلتا ہوں تو وہ شخص ہرگز بادشاہ تک نہ پہنچے گا۔ تو اب اس کو یوں سمجھنا چاہئے کہ جیسے ہر زمانہ میں لوگ دنیا کے کاموں میں نئی نئی وضعیں اور طرح داریاں نکالتے ہیں۔ ویسے ہی دین کے کاموں میں ہر زمانہ کے لوگ نئی نئی باتیں اور جدا جدا راہیں نکالا کرتے ہیں۔

چنانچہ اس سبب سے اگلے دین والے لوگ یہود اور نصاریٰ کئی فرقے ہو گئے اور

مسلمانوں میں بھی لوگ ہزاروں فرقے بن گئے۔ سو اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنا قاصد بنا کر اور اپنا فرمان دے کر لوگوں کے واسطے بھیجا اور لوگوں کو اپنی طرف بلایا اور قرآن میں اپنی طرف پہنچنے کے سب پتے صاف کھول کر بتا دیئے اور رسول ﷺ نے بھی سب رویہ' طریقے صاف صاف بیان کر دیئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ قرآن سیدھی راہ ہے' اس کے موافق راہ پر چلو تو اللہ تعالیٰ تک پہنچو گے۔ پھر اگر یہود کی یا نصاریٰ کی یا مجوس یا ہنود کی راہ چلو گے یا اور راہیں نئی ایجاد کرو گے تو نہ پہنچو گے بلکہ بھٹک جاؤ گے۔ جو مسافر کئی راہیں چلے وہ منزلِ مقصود کو نہیں پہنچتا۔ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قرآن کے موافق عمل کرنا اور قرآن کی راہ کو اختیار کرنا یہی راہ مضبوط اور سیدھی ہے کہ اس پر چل کر آدمی بے خطر اللہ کی طرف پہنچتا ہے اور جو شخص اور راہوں پر چلے وہ گمراہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہوں سے علیحدہ۔ پھر وہ اور راہیں کسی کی ہوں خواہ اگلے کافروں کی' خواہ اب کے کافروں کی' خواہ جاہلوں کی' خواہ بدعتیوں کی۔

چنانچہ اس زمانہ میں اکثر لوگوں نے یہی رویہ اختیار کیا کہ ایک راہ قرآن و حدیث کی چھوڑ کر بہت سے فرقوں کی راہیں اختیار کیں' نماز' روزہ' حج و زکوۃ و غیر عبادت نہ کرنا۔ دہریوں اور سوفسطائیوں کی راہ یا نماز میں سستی اور جو عبادت اپنی مرضی کے موافق ہو کرنا اور جو اپنی مرضی کے خلاف ہو اُس سے دل چرانا۔ شریعت کا بعض حکم ماننا اور بعض نہ ماننا' ظاہر میں اور دل میں منافقوں کی راہ ہے۔ اور قبروں پر مسجدیں اور مقبرے اور قبریں اُونچی اُونچی بنانا' اور اپنے بزرگوں کے حق میں یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مل کر ایک ہو گئے یا اللہ تعالیٰ ان میں سما گیا تھا' نصاریٰ کی اور ہندوؤں کی راہ ہے اور مردوں سے حاجتیں مانگنا اور ان کی منتیں ماننا' کفارِ قریش کی راہ ہے اور اپنے باپ دادے کی راہ اور اللہ و رسول (ﷺ) کے خلاف رویہ اختیار کرنا اور ان کے رسم و رسوم کو مقدم سمجھنا' اگلے کافروں اور ہندوؤں کی راہ ہے۔ اور اپنے نسب پر فخر کرنا اور موت میں پیٹنا اور چلّانا اور ماتم کرنا' اگلے کافروں کی راہ اور تکلفات اور تعظیم مفرط اور ظاہر داری بہت کرنا عجمیوں کی راہ ہے۔ اور بیوہ عورت کا دوسرا نکاح جاننا یا شادی میں

سہرا اور مقنعہ موتی باندھنا' داڑھی منڈانا اور عیدین میں بغل گیر ہو کر ملنا اور شب برات میں روشنی کرنا اور گدھے اور خچر اور اونٹ کی سواری کو معیوب سمجھنا' شگون لینا' تاریخ اور دن اور ساعت وغیرہ کی نحوست و سعادت ماننا' بزرگوں کی تصویروں کی تعظیم کرنا' تیجہ' ساتواں' دسواں' چالیسواں' برسی مُردوں کی کرنا اور چیچک کی بیماری میں سیتلا بھوانی کا ماننا' اور چھوت وغیرہ کا لحاظ کرنا اور بت پرستی جیسے تعزیہ' جھنڈے' نشان' قدم رسول" وغیرہ کی تعظیم کرنا' یہ سب ہندوؤں کی راہ ہے اور اپنے عالموں اور مولویوں اور درویشوں کی نکالی ہوئی ایجادی بات کو اللہ اور رسول (ﷺ) کے فرمودے کے برابر سمجھنا اور اس کی تحقیق نہ کرنا' یہود اور نصاریٰ کی راہ لوگوں نے اختیار کی اور بہت باتیں اپنی طرف سے نئی نکالیں۔ جیسے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بُرا کہنا اور ہزاروں باتیں اور رسمیں اپنے یہاں جاری کر لیں اور ایک راہ قرآن و حدیث کی چھوڑ دی اور گمراہی میں پڑ گئے۔ اگر قرآن کی راہ اختیار کرتے تو اپنا اچھا دین ہوتے ہوئے دوسرے بددینوں' کافروں کی راہیں کیوں چلتے اور طرفہ یہ کہ پھٹے منہ پھر بھی زبان سے دعوے کئے جاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔

محبت کا معیار کیا ہونا چاہیے؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [آل عمران ۳ / ۳۱]

" (اے رسول ﷺ!) آپ ان کو کہہ دیجئے کہ اگر تم کو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا دعوی ہے تو میری پیروی کرو (اگر تم میری پیروی کرو گے تو) اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا' تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا کیونکہ اللہ بڑا بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔"

یعنی ہر دین و مذہب کے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے محبت

ہے اور ہم اس کے بندے ہیں اور جو کام ہم کرتے ہیں سو اسی کی محبت سے کرتے ہیں تاکہ وہ ہم سے خوش ہو۔ اور ہم کو چاہے پھر اگر ہم سے کچھ گناہ بھی ہو جائے تو بخش ہی دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے پیغمبر! تو ان لوگوں سے کہہ دے کہ اگر تم سچے ہو اور تم کو (واقعی) اللہ سے محبت ہے تو اللہ نے مجھ کو اپنا رسول بنا کر تمہارے پاس بھیجا تاکہ تم میرے کہنے کے مطابق اس کی بندگی کرو۔ اس کی محبت کے جو کام میں بتلاؤں سو کرو۔ سو تم میری بتائی ہوئی راہ پر چلو تاکہ معلوم ہو کہ تم کو اللہ سے سچی محبت ہے۔ وہ تمہارے گناہ بھی بخشے کہ ایسے شخصوں کے واسطے وہ بخشنے والا ہے اور مہربان ہے۔

پھر جو شخص رسول اللہ ﷺ کی راہ نہ چلے بلکہ اپنی طرف سے نئی نئی راہیں نکال لے پھر دعویٰ کرے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے سو وہ جھوٹا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بیزار اور پیغمبر ﷺ کی طرف سے اس پر پھٹکار۔ اس واسطے کہ وہ شخص اگرچہ ظاہر میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر حقیقت میں گویا دعویٰ پیغمبری کا رکھتا ہے کہ اپنی ایک شرع نئی جدا ہی قائم کرتا ہے۔ وہ پیغمبر ﷺ کا تابعدار کاہے کو ہے بلکہ دوسرا بھائی ہے جیسے باغی' خوشامدی۔ محبت یوں ہی ہوتی ہے کہ محبوب کے کہنے کے موافق عمل کیجئے نہ کہ جس طرح اپنا جی چاہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی نہ کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ بھی کرے تو وہ جھوٹا ہے اور جو سنت کے موافق کام کرے اس کی محبت اللہ تعالیٰ سے سچی ہے اور وہ اللہ کا محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو چاہتا ہے۔ اس کے گناہ معاف ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر بخشش اور مہربانی ہوگی۔

تنازعات کی صورت میں جج اور فیصل کس کو بنائیں؟

اللہ کریم نے فرمایا :

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ ﴾

[النساء ۴ / ۶۵]

"(اے رسول ﷺ!) آپ کے رب کی قسم! لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔ پھر جو بھی فیصلہ آپ کر دیں اس سے اپنے دل میں تنگی محسوس نہ کریں بلکہ برضاء و رغبت اسے تسلیم کریں۔"

یعنی جب کسی عبادت یا دنیا کے معاملے یا رسم اور عادت کی بابت لوگوں کے درمیان آپس میں جھگڑا اٹھے۔ ایک کہتا ہو "یوں ہونا چاہئے۔" دوسرا کہتا ہو "یوں نہیں' یوں ہونا چاہئے" ایک دعویٰ کرے "حق میرا ہے" دوسرا کہے "میرا ہے" کوئی کہے "یہ کام یا رسم یا عادت بد (بری) ہے" کوئی کہے "نیک ہے" تو ایسے وقت میں چاہئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو منصف بنائیں اور حاکم ٹھہرائیں۔ پھر جو حکم رسول اللہ ﷺ فرما دیں یا آپ کی حدیث سے ثابت ہو اس حکم کو خواہ اپنی مرضی کے موافق ہو خواہ خلاف' جان و دل سے خوش ہو کر قبول کریں اور مان لیں۔ تب مسلمان کا دعویٰ سچا معلوم ہو گا اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کو منصف اور حاکم نہ بنائے یا آپ کے حکم سے دل میں ناخوش ہو اور آپ کے حکم کو نہ مانے اور چون و چرا کرے وہ ہرگز مسلمان نہیں بلکہ کافر و منافق ہے۔ ظاہر میں اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی "اُمت" میں کہتا ہے اور پھر آپ کے فیصلہ سے اور حکم سے راضی نہیں ہوتا اور دل میں خفگی اور تنگی لاتا ہے۔

اس مقام پر انصاف سے پوچھنا چاہئے کہ اس زمانہ میں ہندوستانی (اور پاکستانی) مسلمانوں میں ہزاروں نئی باتیں اور نئے عقیدے اور رسوم و رواج جو رائج ہیں اور

ایک جہاں اس میں گرفتار ہے۔ جیسے لڑکا پیدا ہوتے وقت ایک بکرا ذبح کرنا اور بندوق چھوڑنا (فائرنگ کرنا) اور زچہ کی چارپائی پر تیر اور کلام اللہ رکھنا' چھٹی کرنا (بچہ کا) نام فلاں بخش اور غلام فلاں رکھنا اور اگرچہ خون زچہ کا چالیس روز سے کم میں بند ہو جائے مگر پورے چالیس دن تک اس کو ناپاک سمجھنا۔ بسم اللہ کے واسطے چار برس اور چار مہینے کی قید کرنا اور بسم اللہ کی شادی کی (سی) محفل کرنا اور ختنہ میں شادی اور محفل اور رسم و رسوم کرنا' اس مختون کو معاذ اللہ قبروں یا نشان یا جھنڈے کے سلام کو لے جانا' اس کے ہاتھ میں بال کا کنگنا باندھنا اور اس کے ہاتھ میں لوہا رکھنا اور سوم منگنی کی کرنا' پیڑے (گلاب جامن' رس گلے) وغیرہ بانٹنا اور شادی نکاح میں موتی باندھنا اور دروازوں پر نیل یا چونے کے ٹیکے دینا' ساچق اور آتش بازی اور پھول کٹھولے اور روشنی کی سیدھیاں اور ٹٹیاں اور ناچ اور زرد و نارنجی اور سرخ کپڑے پہننا' کنگنا باندھنا' مرد کو مہندی لگانا' سہرا باندھنا اور ٹونے گانا (منتر پڑھنا) اور جلوہ کرنا (چراغاں) اور شادی سے پہلے برادری کا کھانا کرنا اور چوتھی کھیلنا' محرم میں عورت کی صحبت اور عورت کو زینت ترک کرنا' چارپائی پر نہ سونا' تعزیہ بنانا' شدے نکالنا' محرم کی محفلیں کرنا' علم چڑھانا' مہندی بنانا اور صفر کے مہینے کے بالخصوص تیرہ دن نامبارک سمجھنا اور آخری چہار شنبہ کو سیر کو جانا اور ربیع الاوّل میں مولود (محفل میلاد) کی محفل ترتیب دینا اور جب وہاں ذکر رسول اللہ ﷺ کے پیدا ہونے کا آئے کھڑے ہو جانا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ آپ کی روح یہاں آتی ہے اور ربیع الثانی کو گیارہویں کرنا اور جمادی الاولیٰ میں مکن پور کو بدیع الدین شاہ مدار کے چلّے کو عرس میں جانا اور شعبان کو آتش بازی چھوڑنا اور حلوا پکانا اور چراغ بہت سے جلانا اور رمضان میں اخیر جمعہ کو خطبۃ الوداع اور قضا عمری پڑھنا' شوال میں عید کے روز سویاں پکانا اور بعد نمازِ عیدین کے بغل گیر ہونا یا مصافحہ کرنا اور ذی قعدہ کے مہینے میں نکاح نہ کرنا و علی ہذا القیاس۔ کفن کے ساتھ جا نماز اور چادر بھی ضرور بنانا اور نعش کی چارپائی منحوس سمجھنا اور عزرائیل علیہ السلام کے نام کو یا سورۂ یٰسٓ کو معاذ اللہ اچھا نہ جاننا اور کفنی پر کلمہ وغیرہ لکھنا اور قبر میں قل کے ڈھیلے اور شجرہ رکھنا اور تیجہ'

دسواں، چالیسواں اور چھ ماہی اور برسی، عرس مُردوں کے کرنا اور اسقاط مروّجہ کرنا، حافظوں کو قبر پر بٹھانا، قبروں پر چادریں ڈالنا، مقبرے بنانا، قبروں پر تاریخ (وفات و پیدائش) لکھنا، وہاں چراغ جلانا، موت کے ذکر کو بُرا جاننا، بعد تین روز کے ماتم پُرسی کرنا اور دُور دُور سے سفر کر کے قبروں پر جانا اور توشے اور سہ میناں کرنا اور ماں باپ کے ترکہ سے بیٹیوں کا حصہ نہ دینا اور بیماریوں میں (ٹونے) ٹوٹکے کرنا، حضراتیں کرنا، (مریض کے اندر جن کو حاضر کرنا) منگل، بدھ، سنیچر (ہفتہ) کے دن کو نامبارک سمجھنا اور بعض تاریخوں کو نحس (منحوس) جاننا، گھوڑے، حویلی، عورت میں مبارکی نحوست کی علامتیں مقرر کرنا اور وردِ ناد علی رضی اللہ عنہ اور رسم بزرگوں کے نام کے یا قرآن کی آیتوں کو معکوس پڑھنا اور چراغ جلتے وقت ایک (خود ساختہ) دعا ایجادی پڑھنا اور شغل برزخ وغیرہ طریقہ ایجاد کرنا اور اس کو عمل میں لانا اور مغرب کی نماز کے بعد یازدہ قدمی (یعنی صوفیوں کی خود ساختہ نماز "صلوٰۃ غوثیہ") پڑھنا اور ہولی، دوالی وغیرہ کفار کی رسموں کو ماننا اور اُونٹ اور گدھے اور خچر کی سواری کو معیوب سمجھنا اور عورتوں کا مَردوں سے اور مَردوں کا عورتوں سے سلام علیک کرنے کو ادب کے خلاف جاننا اور خطبہ میں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا، بیٹھ کر خطبہ پڑھنا اور علاوہ اس کے سلف کے عقائد سے انحراف کرنا۔ وحدتِ وجود اور وحدت شہود یا جبر و قدر کے مسئلہ میں گفتگو کرنا، اس کے اسرار کی بہت سی تحقیق میں مشغول ہونا اور معاذ اللہ تقدیر کا انکار کرنا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو برحق نہ سمجھنا اور اہل بیت یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں بد اعتقادی کرنا، ان پر طعن کرنا اور مقلد کے حق میں تقلید ہی کافی جاننا اور تحقیق ضروری نہ سمجھنا۔ راگ یا باجا سننے کو بہتر جاننا، اپنی ذات پات، نسب کی برائیاں کرنا، آپس میں ایک دوسرے کی گفتگو اور حرکات سکنات تحریر میں تعظیم زیادہ کرنا، مہر عورتوں کا زیادہ مقرر کرنا اور شادیوں میں بے جا خرچ کرنا، بیوہ کا دوسرا نکاح معیوب سمجھنا، مصیبت میں چلّانا، پیٹنا، زیادہ سوگ میں بیٹھنا، اپنے جسم و مکان اور سواری وغیرہ کی زینت (ڈیکوریشن اور سجاوٹ) بہت سی کرنا۔

غرضیکہ یہ باتیں اور سوا اس کے ہزاروں رسمیں جو رائج ہیں کہ ہزاروں آدمی یہ

رسمیں کرتے ہیں اور بہتیرے آدمی منع بھی کرتے ہیں قطع نظر اور دلیلوں سے جب مسلمانوں میں اختلاف پڑے اور اس بات میں جھگڑا اٹھے تو ایسے وقت میں محمدؐ رسول اللہ ﷺ کو منصف اور حاکم بنانا چاہئے۔ اس واسطے کہ آپؐ کے وقت میں بھی تو لڑکے پیدا ہوتے تھے اور عورتیں زچہ ہوتی تھیں اور لڑکوں کے ختنے بھی ہوتے تھے اور قرآن پڑھنا ان کو شروع ہوتا اور لوگوں کے نکاح ہوتے تھے اور لوگوں کو بیماریاں ہوتی تھیں اور لوگ مرتے تھے اور قبریں بنتی تھیں اور چلّے اور برس روز گزرتا تھا اور محرم، صفر وغیرہ مہینے آتے تھے۔ تو ایسے وقت میں رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے اور کیا فرماتے اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کس طرح عمل میں لاتے تھے؟ پھر اگر ان کاموں کا بُرا ہونا رسولِ اکرم ﷺ کے قول اور فعل اور تقریر سے ثابت ہو تو چاہئے کہ مسلمان خوش ہو کر دل سے قبول کرے اور ایسا ہی آپؐ کی مرضی کے موافق عمل میں لائے اور جو شخص اس کی بُرائی دریافت کر کے ناخوش اور خفا ہو اور ان کا ترک کرنا بُرا لگے تو صاف جان لینا چاہئے کہ وہ شخص اس آیت کے بموجب مسلمان نہیں اور یہ بے شبہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین بلکہ تبع تابعین رحمہم اللہ کے بعد یہ رسمیں رائج ہوئیں تو اب معلوم ہونا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ نے نئی نئی رسموں اور ایجادی کاموں کے حق میں کیا فرمایا؟ سو سننا چاہئے:

بدعت کے جواز میں حیلے، بہانے اور مختلف تاویلیں

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.)) [متفق علیه]

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے نئی چیز نکالی ہمارے اس دین میں اور اس کی اصل نہ ہو سو وہ چیز باطل اور مردود ہے۔"

یعنی جس نے ایسی چیز دین میں نکالی کہ جس کی دین میں اصل نہ ہو سو وہ چیز باطل اور رَد ہے۔

نئے کام دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے یا تابعین یا تبع تابعین رحمہم اللہ کے وقت میں ایسا واقعہ نہ ہوا کہ اس سے نئے کام کی حاجت ہوتی۔ بعد اس زمانہ کے ایسا واقعہ ہوا کہ اس نئے کام کی حاجت ہوئی۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کے وقت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت یا تابعین کے وقت تک کسی کو صرف و نحو پڑھنے کی یا قرآن شریف کے زیر و زبر بنانے کی (یعنی آیات کے الفاظ پر اعراب لگانے کی) یا فقہ کی کتاب تصنیف کرنے کی حاجت نہ ہوئی۔ اس واسطے کہ سب مسلمان عرب تھے۔ کلام اللہ کو بغیر صرف و نحو کے سمجھتے تھے اور بغیر زیر و زبر کے صحیح پڑھتے تھے اور اکثر لوگ مسائل کے عالم تھے اور اختلاف کم تھا۔ سو ان کو احتیاج ہی نہ ہوئی کہ فقہ کی کتاب اور فتاوے بناتے۔ بعد اس زمانہ کے جب اسلام توران اور ہندوستان وغیرہ کی طرف پہنچا تب ان چیزوں کی احتیاج ہوئی اور بموجب اشارے' آیات و حدیث کے یہ چیزیں بنائی گئیں۔ تو یہ چیزیں کہ وسیلہ علم کا ہیں جیسے صرف و نحو اور علم قرأت اور اصول و فقہ اور کتابیں تصنیف کرنا اور اجتہاد وغیرہ چیزیں ان لوگوں کے حق میں بدعت نہیں۔

اور دوسری طرح کے نئے کام وہ ہیں کہ وہ واقع بھی ہوئے مگر رسول اللہ ﷺ کے یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے یا تابعین یا تبع تابعین رحمہم اللہ کے وقت میں وہ نئی چیزیں بغیر انکار کے جاری نہ ہوئیں تو وہ چیزیں بدعت اور باطل اور مردود ہیں۔ مثلاً اس وقت میں لوگ مرتے تھے اور دفن ہوتے تھے مگر کوئی تیجہ' دسواں' چالیسواں نہیں کرتا تھا اور اسی طرح سے فاتحہ نہیں دیتا تھا اور یہ رسوم لوازمات میت سے کوئی نہ سمجھتا تھا۔

مثلاً اس وقت میں لوگوں کے نکاح ہوتے تھے۔ مگر کوئی ساچق اور آتش بازی وغیرہ اور مصحف آرسی وغیرہ نہیں کرتا تھا۔ تو ایسے سب کام کاج باطل اور مردود ہیں۔ اس واسطے کہ دین کا کام وہ ہوتا ہے کہ جس کے کرنے میں خوبی اور بہتری اور ثواب ہو اور نہ کرنے میں ثواب جائے یا الزام آئے اور برائی ٹھہرے۔ سو دین کے کام دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ کام جو دل سے تعلق رکھتے ہیں' جیسے نیت' اعتقاد' فکر' دھیان اور محبت'

عداوت وغیرہ' دوسرے وہ کام جو ظاہر سے علاقہ رکھتے ہیں۔ سو وہ کام یا عبادات ہیں یا معاملات ہیں یا رسوم و عادات ہیں۔ سو ان دونوں طرح کے کاموں کا مقرر کرنا یا ٹھہرانا اور بتلانا اور ان کاموں میں وقت اور جگہ اور وضع اور گنتی مقرر کرنا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا کام تھا اور اسی واسطے آپ کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بنا کر بھیجا تھا سو آپ نے فرمایا کہ جس نے کوئی عقیدہ یا کوئی عبادت یا کوئی رسم نئی نکالی اور اس کی کوئی مثل اور نظیر بھی دین میں نہ تھی سو وہ عقیدہ اور عبادت اور رسم یا جو دین کے عقیدے اور عبادت اور رسم میں وقت یا جگہ یا وضع ہیئت یا گنتی کی قید اپنی طرف سے مقرر کی سو وہ بدعت اور باطل و مردود ہے اور معلوم رہے کہ مثل اور نظیر کا دریافت کرنا ہر شخص کا کام نہیں یہ مجتہد کا کام ہے۔

کافروں اور بد دینوں کی رسمیں مسلمانوں میں جاری کرنا

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنھما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَبْغَضُ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ ثَلٰثٌ مُلْحِدٌ فِی الْحَرَمِ وَ مُبْتَغٍ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃَ الْجَاهِلِيَّةِ وَ مُطَّلِبُ دَمِ اَمْرِءٍ مُسْلِمٍ بِغَیْرِ حَقٍّ لِیُھْرِیْقَ دَمَہٗ.))

[بخاری بحوالہ مشکوٰۃ باب الاعتصام بالسنۃ]

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "زیادہ غضب اللہ کا سب آدمیوں سے تین پر ہے۔ ایک گناہ کرنے والا حرم میں (یعنی حرم میں الحاد پھیلانے والا)۔ دوسرا اسلام میں' اگلے کافروں کی عادت کے کام چاہنے والا' تیسرا کسی مسلمان کے خون کو ناحق بہانے کا مطالبہ کرنے والا۔""

اگلے کافروں کی یہی رسمیں اور عادتیں تھیں کہ اپنے مولویوں اور درویشوں کی نکالی ہوئی بات کو عین اللہ ہی کا حکم سمجھنا اور باوجود مخالف فرمودۂ الٰہی و رسول ہونے کے اس بات کو غلط نہ جاننا اور نہ اسے چھوڑنا (یعنی اسے ترک نہ کرنا) اور اللہ و رسول کے کلام کے مقابلے میں اس بات کی سند پکڑنا' اپنے باپ دادے کی رسم و رویہ کو متقدم

کرنا' شرعی مسئلہ کے مقابلہ میں اس کی دلیل اور سند پکڑنا' دنیا کے طمع یا زوں کے بُرا ماننے کے خوف سے یا نفسانیت کی راہ سے سچا مسئلہ بیان نہ کرنا' کلام اللہ اور کلام الرسول میں تحریف (کمی بیشی) کرنا' اپنی خواہش سے مسئلہ تاویلی تراش لینا' (کسی مسئلہ کی تاویل کر کے اس کو جائز کر لینا) صلح کل کا رویہ اختیار کرنا' اپنی ذات' خاندان' نسب پر فخر کرنا۔ اس میں دون کی لینا' مُردوں کو بیان کر کے چلّا کر رونا پیٹنا' غم میں سیاہ کپڑے پہننا' قبریں بلندی کی بنانا' قبروں پر یا مقبرے میں اس کی تاریخ وغیرہ لکھنا' مقبرے بنانا' قبروں پر مسجدیں بنانا' وہاں کھانا چڑھانا' باجے اور راگ کو عبادت سمجھنا' نو روز کو ماننا' صفر کے مہینے کے تیرہ دن کو نامبارک سمجھنا' سعادت نحوست ستاروں کی اور دنوں کی ماننا' جن پریوں کی ماننا کرنا' شگون لینا' بزرگوں کی منتیں ماننا' بزرگوں کی نیاز اچھوتی ٹھہرانا' تصویروں کی تعظیم کرنا اور جس شخص سے معجزہ و کرامت نہ ہو اس کو پیغمبر اور ولی نہ سمجھنا' وغیرہ۔

یہ ہزاروں رسمیں اور عادتیں سب یہود اور نصاریٰ اور مجوس اور منافقوں کی اور مکہ والے اگلے مشرکوں کی ہیں اور سوا اس کے اور ہزاروں رسمیں ہندوؤں کی ہیں کہ لوگوں نے اپنے یہاں رائج کر لیں جبکہ رسول اللہ ﷺ ایسی ہی باتوں کو مٹانے کو اور ایسی ہی رسموں کے دفع کرنے کے لیے آئے اور قرآن نازل ہوا۔ پھر جو شخص ایسی رسمیں اور عادتیں اختیار کرے اور مسلمانوں میں جاری کرے تو وہ شخص اس حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغضوب ہے' راندہ گیا' اللہ کے غضب میں گرفتار اور اللہ کے دشمنوں میں شمار ہوا۔

اس مقام پر یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ایک قسم کی بدعت یہ بھی ہے کہ اگلے کافروں کی رسوم اور عادات اسلام میں جاری رکھنا گویا وہ رسم اسلام میں نئی نکلی۔ بعضے شخص جو شبہ کرتے ہیں کہ جس کام کی صریح بُرائی قرآن و حدیث میں نہیں آئی اس کو ہم کیوں بُرا جانیں؟ سو یہ بات غلط ہے۔ اس لیے کہ جس کام کی ہمیں اللہ اور رسول کی طرف سے اجازت نہ ہوئی وہ کام ہمیں منع ہے۔

بدعتیوں سے جہاد

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا مِنْ نَّبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ فِیْ اُمَّتِہٖ قَبْلِیْ اِلاَّ کَانَ لَہٗ فِیْ اُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوْنَ وَاَصْحَابٌ یَّاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِہٖ وَیَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِہٖ اِنَّھَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِھِمْ خُلُوْفٌ یَقُوْلُوْنَ مَالاَ یَفْعَلُوْنَ وَ یَفْعَلُوْنَ مَالاَ یُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِیَدِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِلِسَانِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَّمَنْ جَاھَدَھُمْ بِقَلْبِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَیْسَ وَرَآءَ ذٰلِکَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّۃُ خَرْدَلٍ.))

[مسلم' بحوالہ مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ]

"سیدنا ابن مسعود ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو اس کی امت میں بھیجا تو اس کی اُمت میں کچھ صاف دل لوگ اس نبی کے مددگار اور یار (دوست) ہو جاتے۔ (اب) وہ لوگ اس نبی کا طریقہ (سنت) اختیار کر لیتے اور اس کے نبی (ﷺ) کے حکم کے مطابق عمل کرتے۔ پھر (اس کے بعد) یوں ہوتا کہ بدرویہ لوگ پیدا ہوتے' وہ لوگوں کو ایسی بات اپنانے کو کہتے کہ جس پر وہ خود بھی عمل نہ کرتے تھے اور ایسے ایسے کام کرتے کہ جس کا حکم (اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کی طرف سے) نہ ہوتا تھا تو جس نے ان لوگوں سے اپنے ہاتھ (قوت و طاقت) سے جہاد کیا' سو وہ کامل مسلمان ہے اور جس نے ان سے اپنی زبان (تقریر' وعظ' نصیحت وغیرہ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی دعوت) کے ساتھ جہاد کیا' وہ بھی مسلمان ہے اور جس نے ان سے اپنے دل سے (نفرت اور ان کو بُرا جان کر کہ ان کا طریقہ غلط اور پیغمبر ﷺ کے خلاف ہے) جہاد کیا وہ بھی مسلمان ہے اور اس کے بعد (یعنی اگر وہ دل سے بھی بُرا نہیں جانتا تو پھر اس کے دل میں) رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان موجود نہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمت کو خبردار کرنے کے لیے سابقہ پیغمبروں کی اُمتوں:

حال بیان کیا۔ سو رسول اللہ ﷺ کی امت کا بھی یہی حال ہوا کہ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم صاف دل' پاک باطن لوگ تھے جو رسول اللہ ﷺ کے مددگار رہتے تھے اور آپ کے حکم کے موافق عمل کرتے تھے۔ ایک مدت کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوئے کہ لوگوں کو اور کچھ بتلاتے اور خود اور کچھ کرتے "خود فضیحت بدیگراں نصیحت" اور ایسے کام کرتے جس کا حکم نہیں ہوا یعنی نئی نئی ایجاد و بدعت کے کام۔ سو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی اُن کے خلاف ہاتھ (قوت' طاقت) سے جہاد کرے کہ اُن کو مارے اور اُن کا وہ بدعت کا کام متغیر کر دے اور توڑ ڈالے اور اس کا کارخانہ درہم برہم کر دے سو وہ کامل اوّل درجہ کا مسلمان ہے، اور جو کوئی صرف زبان سے بدعت سے منع کرے اور اس کی برائی بیان کرے اور بدعتی کو نصیحت اور بدعت کی فضیحت کرے وہ بھی مسلمان ہے مگر دوسرے درجہ کا۔ اور جو شخص اس بدعت کے کام کو دل سے برا جانے اور فکر و تدبیر اس کے دُور ہونے کی کرے اور بدعتی سے دل نہ ملائے وہ بھی مسلمان ہے۔ تیسرے درجہ کا ضعیف الایمان اور (جس میں بدعت کے خلاف) اتنا بھی جذبہ نہ ہو اس میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو خود بدعتی موجد بدعات ہو اُس کے ایمان کا کیا ٹھکانا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان سے جس قدر ہو سکے اس قدر بدعت کے موقوف (ختم) ہونے کیلئے کوشش کرے اور بدعت کے کام کو توڑ دے اور زبان سے بدعتیوں کو نصیحت کرے اور بدعت کے عیب بیان کرے اور دل سے بدعت کو بُرا جانے اور بدعتیوں سے دوستی اور اتحاد نہ رکھے اور اگر رکھے تو ایمان میں نقصان ہے اور جس قدر بدعت سے بچے اور بدعت کو موقوف کرے اتنا ہی ایمان کامل ہوا۔ اور یہ بھی دریافت ہوا کہ جس کام کا حکم نہ ہوا اگرچہ مناہی اور ممانعت بھی نہ ہوئی ہو اُس کام کو کرنا بدعت ہے اور ممنوع ہے۔ مثلاً کہنیوں تک دونوں ہاتھ وضو میں دھونا فرض ہے اور بغلوں تک دھونا صریح منع بھی نہیں تو اب اگر کوئی شخص وضو میں بغلوں تک ہاتھ دھوئے اور جانے کہ میں اچھا کرتا ہوں تو اس کو منع کریں گے کہ وضو میں اس طرح

دونوں ہاتھ دھونے کا حکم نہیں ہوا۔

یا مثلاً اذان میں اوّل چار دفعہ اللہ اکبر کہنا چاہئے۔ پھر کوئی شخص پانچ دفعہ اگر کہے اور دلیل لائے کہ اذان میں پانچ دفعہ اللہ اکبر کہنا منع نہیں آیا تو اس کو رد کریں گے اور یہی کہیں گے کہ چار مرتبہ سے زیادہ کہنے کا حکم نہیں آیا۔ مثلاً اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے ساتھ یوں کہے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تو اس کو منع کریں گے۔

مثلاً فجر کی دو سنت مقرر ہیں۔ کوئی تین یا چار رکعت سنت فجر کی پڑھے تو اسی طرح اس کو بھی منع کریں گے اور یہی کہیں گے کہ اس طرح سے حکم نہیں ہوا۔ منع کرنے کو یہی دلیل کافی ہے کہ اس کام کی شریعت میں صراحتاً یا اشارۃً اجازت نہیں آئی۔

مگر ہاں! (کوئی نیا) کام کرنے کے کیلئے البتہ دلیل چاہئے اور حکم بتلایئے خواہ آیت ہو، خواہ حدیث ہو یا رسولِ رحمت ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا عمل اور اتفاق ہو۔

کسوٹی اور حق کا معیار

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيَاتِيَنَّ زَمَانٌ عَلٰى اُمَّتِيْ كَمَآ اَتٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَّنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ وَاِنَّ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَ سَبْعِيْنَ مِلَّةً وَّ تَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّ سَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَآ اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ وَاِنَّهٗ سَيَخْرُجُ فِيْ اُمَّتِيْ اَقْوَامٌ تَتَجَارٰى بِهِمْ تِلْكَ الْاَهْوَآءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهٖ لَا يَبْقٰى مِنْهُ عِرْقٌ وَّلَا مَفْصَلٌ اِلَّا دَخَلَهٗ.)) [رواہ الترمذی]

"سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا: رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

میری اُمت پر ایک ایسا وقت ضرور آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل (یہودیوں) پر آیا تھا۔ جیسے ایک جوتی برابر دوسری کے (یعنی میری اُمت کے لوگ ہر طرح سے یہودیوں کے نقش قدم پر بڑا کام کریں گے) یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں کوئی ایسا بدبخت ہوا کہ اس نے اپنی ماں سے اعلانیہ طور پر بدکاری کی تو میری اُمت میں بھی ایسا شخص ہوگا جو ایسا ہی کرے گا اور بنی اسرائیل پھوٹ کر بہتر فرقے ہو گئے...... اور..... میری امت تہتر فرقے ہوگی۔ یہ سب کے سب دوزخی ہوں گے ماسوائے ایک گروہ کے۔" تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! وہ گروہ کونسا ہے؟" آپ نے فرمایا: "وہ وہ لوگ ہوں گے جو اس طریقہ پر عمل پیرا ہوں گے کہ جس پر (آج) میں محمد ﷺ اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور میری اُمت سے ایسے لوگ نکلیں گے کہ ان میں بدعتیں ایسے جاری و ساری ہوں گی کہ جیسے جاری ہوتی ہے ہڑک (زہر) کتے کے کاٹے ہوئے کو کہ نہیں باقی رہتی اس کی کوئی رگ اور نہ کوئی جوڑ مگر وہ زہر داخل ہو جاتی ہے اس میں۔ (یعنی اثر کرتی ہے)"

یعنی جیسے (باؤلے) کتے کے کاٹے کی بیماری آدمی کے بالکل رگ و ریشہ میں' گوشت و پوست' جوڑ بند میں بیٹھ جاتی ہے ویسے ہی ایک زمانہ میری اُمت پر ایسا آئے گا کہ لوگوں میں بدعتیں جاری ہو جائیں گی۔ عقیدے اور عبادتیں اور وظیفے اور روزے' نماز' صدقہ' خیرات' مراقبے' نئی نئی طرح کے نکلیں گے اور مسلمانوں کے دین میں یہود اور نصاریٰ سے بھی زیادہ پھوٹ پڑے گی کہ ان کے تو بہتر فرقے ہوئے ہوں گے' یہ تہتر فرقے ہو جائیں گے۔ سو ویسا ہی ہوا۔ کوئی خارجی ہوا' کوئی رافضی ہوا' کوئی جبری' کوئی قدری' کوئی معتزلی' کوئی آزاد' کوئی ستر اشاہی اور کوئی سنی۔ سو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے عقیدے اور طریقے اور رسم و عادات یعنی سنت کے موافق عمل کرنے والا جو فرقہ ہو وہ بہشتی اور جنتی ہے اور باقی سب فرقے جو بدعت کی نئی نئی باتیں نکال کر گروہ متفرق ہو گئے وہ سب دوزخی ہوں

گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے اور آپؐ کے یاروں کے عقیدے اور رسم و عادت اور عبادت کے موافق اپنا عقیدہ اور عبادت اور رسم درست رکھے تو وہ جنتی اور سچا سنی مسلمان سنّت کے موافق ہے اور جو شخص ان کے عقیدے اور عبادت اور عادت کے سوا اور طریقے نکالے یا ان کے طریقے میں کچھ کمی بیشی کرے سو وہ اپنے لئے دوزخ کی راہ صاف کرتا ہے۔ ان کے طریقے میں کیا نقصان پایا جو آدمی اور طریقہ نکالے؟ اور پھر مسلمانی کا دعویٰ کرے۔ جھوٹے نام سے کام نہیں چلتا بلکہ الزام آتا ہے۔

مؤمن کے صبح و شام کس طرح گزریں؟

((عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا بُنَيَّ إِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَ تُمْسِيَ وَلَيْسَ فِيْ قَلْبِكَ غِشٌّ لِاَحَدٍ.))

[اخرجه الترمذی]

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے میرے بیٹے! اگر تجھ سے ہو سکے تو صبح و شام اس طرح کرے کہ تیرے دل میں کسی کے خلاف دھوکہ، کدورت (اور میل) نہ ہو۔

یعنی کینہ اور عداوت نہ ہو (تو اس حال میں اپنی صبح اور شام کے لمحات گزار) پھر فرمایا: "اے میرے بچے! یہ میری سنّت ہے اور جس نے دوست رکھا میری سنّت کو تو اس نے مجھی کو دوست رکھا اور جس نے مجھ کو چاہا اور دوست رکھا تو وہ ہوگا میرے ساتھ بہشت میں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوستی یہی ہے کہ سنّت کے موافق عمل کیجئے اور یہ بھی دریافت ہوا کہ جو شخص سنّت کے موافق عمل کرے وہ بڑے مرتبے کا بہشتی ہے کہ بہشت میں پیغمبر ﷺ کے ساتھ ہوگا۔ تو ہر مسلمان طالب بہشت کو چاہئے کہ جس قدر

ہو سکے سنت کو اختیار کرے اور بدعت کو ترک کرے اور بدعت سے بیزار رہے۔

اور ایک سنت یہ بھی ہے کہ شام سے صبح تک اور صبح سے شام تک یعنی مدام کسی کی عداوت اور کسی سے بغض اور کینہ دل میں نہ رہے۔

یہود و نصاریٰ سے متاثر ہو کر بدعت اختیار کرنا

((عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ اَتَاهُ عُمَرُ فَقَالَ اِنَّا نَسْمَعُ اَحَادِيْثَ مِنْ يَّهُوْدَ فَتُعْجِبُنَا فَتَرٰى اَنْ نَكْتُبَ بَعْضَهَا فَقَالَ اَمُتَهَوِّكُوْنَ اَنْتُمْ كَمَا تَهَوَّكَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا مَّا وَسِعَهُ اِلَّا اِتِّبَاعِيْ.))

[مشکوٰۃ اخرجہ احمد والبیہقی]

"سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے نقل کیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا "ہم سنتے ہیں باتیں یہودیوں سے سو وہ ہمیں اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ کیا آپ ہمیں یہ اجازت دیتے ہیں کہ ہم اس میں سے کچھ لکھ لیں" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم بھی حیران ہو جیسے حیران ہوئے یہود اور نصاریٰ؟ سو جان لو! میں تمہارے پاس روشن اور صاف شریعت لایا ہوں۔ ہاں اگر خود موسیٰ علیہ السلام بھی آج زندہ ہوتے تو ان کے لیے بھی میری لائی ہوئی (شریعت) کی تابعداری کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔"

یعنی جس دین میں نقصان ہوتا ہے اور سب احکام نہیں کھلتے تو اس دین کے علما اور لوگ حیران ہوتے ہیں کہ فلاں کام میں کیا حکم لگائیں اور کیسا فتویٰ دیں اور فلاں کام کو کیونکر کریں؟ تو وہ لوگ اور دین والے لوگوں سے دیکھ کر ویسا ہی کرتے ہیں جیسے یہود و نصاریٰ کہ جب انہوں نے اپنے دین میں سب احکام نہ پائے یا دین کے احکام ان کی سمجھ میں نہ آئے تو اور دین والوں کی باتیں حیران ہو کر سیکھ لیں۔ سو اس دینِ اسلام میں اللہ تعالیٰ نے سب احکام بیان کیے اور اس کی تفصیل پیغمبر محمد ﷺ سے بخوبی معلوم

ہوئی اور کسی بات میں اشتباہ اور دھوکا نہ رہا اور اس شریعت میں کسی اور دین کی حاجت نہ رہی اور سب اگلے دین منسوخ ہوگئے۔ اگر اس وقت میں یہودیوں کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو اس شریعت پر چلتے۔ یہود اور نصاریٰ کس گنتی اور شمار میں ہیں اور کیا چیز ہیں جو ہم ان سے باتیں سیکھیں؟ پھر اگر ہم ان سے دین کی باتیں سیکھیں تو گویا اپنے دین کو ناقص اور ان کے دین کو کامل اور پورا جانیں...... اور اس بات سے ایمان میں نقصان آتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اور دینوں کے علم پڑھنا اور دوسرے دین والوں سے باتیں سیکھنا اور اختیار نہ کرنا چاہیے۔ مگر ہاں! جو کوئی اور دین والوں کی باتیں اس سے پرہیز کرنے اور بچنے کے لیے یا رَد کرنے کے لیے دریافت کرے تو یہ اور بات ہے۔ تو ایسا شخص چاہیے کہ پہلے آپ مسلمانی کے دین میں پکا اور مضبوط اور عالم ہو جائے۔ اس زمانہ کے اکثر لوگ اسی سبب سے گمراہی میں پڑ گئے کہ اپنے دین کی تو خبر نہ رکھی اور کچھ رسم و رواج یہود کے اور کچھ نصاریٰ کے اور کچھ ہنود کے سیکھ لیے اور کرنے لگے۔ اور پھر اس کو اپنے دین کی بات جانتے ہیں۔

چنانچہ اکثر جاہل جب نصاریٰ کی پکی قبریں اور اُونچی اور اس پر مقبرے، قبے بنے ہوئے اور اس پر تاریخیں اور نام مُردوں کے لکھے ہوئے دیکھتے ہیں یا ہندوؤں کی شادی اور موت کی رسوم و رواج دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ایسی باتیں ساری ہمارے دین میں بھی ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اس دین کے نادانوں نے انہی لوگوں سے یہ باتیں سیکھ لیں اور خود کو ان کے مشابہہ کر لیا اور پھر اگر کوئی نصیحت کرے تو اُس سے ردو بدل کرتے اور جھگڑتے ہیں۔

جھگڑالو کون؟

((عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوْا عَلَيْهِ إِلَّا أُوْتُوا الْجَدَلَ ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

ﷺ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾ .))

[احمد' ترمذی]

"سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "کوئی قوم ہدایت پالینے کے بعد گمراہ نہ ہوئی کہ وہ اسی ہدایت (پر مبنی تعلیمات) پر ہی کاربند تھی مگر وہ ایک سبب کے باعث گمراہ ہو گئی۔ وہ سبب یہ تھا کہ وہ لڑائی جھگڑے کا شکار ہو گئی۔ پھر رسول کریم ﷺ نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : (اے رسول ﷺ) "تجھ سے کافر بحث (بات چیت) نہیں کرتے مگر جھگڑا کرتے ہوئے بلکہ یہ لوگ تو نرے جھگڑالو ہیں۔"

یعنی جھگڑا اس کو کہتے ہیں کہ آپ ناحق پر ہیں اور حق والے کو ٹکرانا چاہتے ہیں۔ سو فرمایا کہ دین کے کام جب تک اگلے لوگ حق مانتے رہے تب تک نیک راہ اور ہدایت پر رہے اور جب ناحق بات کو رائج اور جاری کرنے لگے اور حق بات میں چون و چرا کی اور اس کو ٹکرانے لگے تو گمراہ ہو گئے۔ سو مسلمان کو چاہئے کہ بدعت کے کام پر جھگڑے نہیں اور حق بات کی جو قرآن و حدیث میں لکھی ہو' پیروی کرے اور جو شخص بدعت کے لیے جھگڑے اور بدعت جاری کرے' انجام اُس کا گمراہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے وقت میں اکثر کافر حق بات کو حق ہی جانتے تھے مگر پھر بھی جھگڑتے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ نے اُن کو قرآن میں فرمایا کہ یہ لوگ نرے جھگڑالو ہیں اور بحث اور گفتگو حق کی تحقیق کے واسطے نہیں کرتے مگر اس واسطے کرتے ہیں کہ حق بات سے ٹکرا لیں۔ سبحان اللہ! ایک مسلمان قرآن و حدیث سے ثابت کرتا ہے کہ یہ کام بدعت ہے لہٰذا اسے نہ کرنا چاہئے۔ دوسرا اس کے مقابل میں کہتا ہے کہ یہ کام ہمارے باپ دادا سے یا ہمارے پیر یا ہمارے شہر کے لوگ کرتے ہیں' سو ہم بھی کریں گے اور نہ چھوڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول ﷺ کے حکم کو بزرگوں کی نکالی ہوئی بدعت سے کم تر اور حقیر جانا اور آسان اور سہل کام شریعت کے چھوڑ کر ناحق کی سختی اور تکلیف شاقہ دنیا اور آخرت کی اپنے واسطے گوارا کی اور گمراہی میں پڑ گئے۔

درویشی' پیری فقیری اور صوفیوں کی بدعات

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ لَا تُشَدِّدُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ فَيُشَدِّدُ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فَتِلْكَ بَقَايَا هُمْ فِى الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارِ وَرَهْبَانِيَّةَ اِبْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ.))

[ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ' باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ]

"سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ("شریعت کی مقرر کردہ حدود سے بڑھ کر) تم اپنی جانوں پر سختی اختیار نہ کرو ورنہ اللہ بھی تم پر سختی روا رکھے گا۔ جس قوم نے اپنے اُوپر (بیجا) سختی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کی۔ انہی لوگوں میں سے آج گرجوں (چرچوں) اور دیروں میں (صوفی) لوگ باقی چلے آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے جو یہ درویشی ایجاد کی ہے اور بدعت نکالی ہے۔ سو ہم نے تو یہ درویشی ان پر فرض نہ کی تھی۔"

یعنی بعضے لوگ یہود اور نصاریٰ میں درویش ہوتے تھے کہ آبادی چھوڑ کر جنگلوں میں رہتے' ٹاٹ پہنتے' زنجیریں گلوں میں ڈالتے تھے' اپنے آپ کو خوجا بنا ڈالتے تھے تاکہ زنا نہ ہو جائے اور جانتے تھے کہ ہم اچھا کرتے ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ فقیری اور اپنے اُوپر درویشی جو انہوں نے ایجاد کی سو اس کا ہم نے ان کو حکم نہیں دیا۔ سو ہمارے رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمت کو فرمایا کہ جب آدمی مشکل مشکل کام اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو چھوڑ دیتا ہے' تو وہ اسی مشکل اور سخت کاموں میں پڑا رہتا ہے اور اس کی برائی اس کی سمجھ میں نہیں آتی۔ سو تم ایسے سخت کام ایجاد نہ کرو کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے شریعت میں بہت آسان کام بتلائے ہیں' ان کے سوا اپنی طرف سے بغیر حکم الٰہی اور رسول کے سخت اور مشکل کام اپنے اُوپر اختیار نہ کرو۔ جیسے شک کے مارے کسی مسلمان کا برتن اور پانی اور بدن اور کپڑا ناپاک سمجھنا اور وضو اور غسل وغیرہ میں بہت سا پانی خرچ کرنا اور نیت نماز کی زبان سے بار بار کہنا اور ہر عمل کے واسطے نے

سبب ہندوؤں کی طرح نہانا اور لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرنا اور فلانے فلانے اورو وظیفے معمولی خلافِ سنّت ضرور پڑھنا۔ مثلاً جب بدھ کا روز آئے تو اپنے کو ناپاک سمجھ کر نہا کر کپڑے بدل کر ایک ورد ایجادی خواہ مخواہ پڑھنا' یا جب قبّہ بنا کر گدی پر بیٹھے پھر اپنے مکان سے باہر نہ جانا اور اپنی طرف سے طرح طرح کے وظیفے' وِرد ایجاد کرنا اور وظیفہ ایجاد کے موافق قیود اور شرط سے پڑھنا اور نمازِ معکوس پڑھنا اور ہفتہ میں ایک روز گوشت ترک کرنا یا اچھا کپڑا پہننا یا اچھے کھانے کو جو حلال اور طیب ہو نہ کھانا' ایک ترکاری کا ترک کر دینا یا کسی مہینے یا کسی روز مخصوص میں کوئی چیز ترک کرنا یا شادی موت کی رسوم کو لوازماتِ نکاح اور موت کے سمجھ کر خواہ مخواہ بجا لانا اور جب تک وہ رسوم اپنے معمول سے نہ ہوں تب تک اس نکاح' شادی' موت کو اچھا نہ سمجھنا اور جب تک وہ لوازمات جمع نہ ہو لیں تب تک ختنہ اور شادی میں دیر کرنا۔

یا مثلاً اپنی وضع اور لباس معمولی خاندانی کے سوا اور وضع اور لباس اور القاب کو اگرچہ مباح اور جائز ہو اپنے واسطے مکروہ سمجھنا یا سال کے بعد ضروری سمجھ کر فلاں بزرگ کا عرس کرنا یا سال کے بعد فلاں فلاں بزرگ کی قبر کی زیارت کو خواہ مخواہ جانا اور اس کے علاوہ ہزاروں باتیں ہیں پھر ایسے ایسے کاموں کو عبادت اور ثواب جاننا حالانکہ یہ سب بدعات ہیں اور لوگوں کی ایجاد (کردہ ہیں)۔ اگلی اُمتوں کے لوگ ایسے ہی کام کر کے سختی میں پڑ گئے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی مُہر اُن سے اُٹھالی اور اُن کو اُن کی سختی اور مشکلوں میں چھوڑ دیا۔ سو انہی میں سے کچھ لوگ بعضے خانقاہوں اور چلّہ گاہوں اور درگاہوں اور دیروں اور گرجوں میں (اب بھی) باقی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو چاہیے کہ اپنی طرف سے اپنے اوپر کوئی بات نہ ٹھہرا لے۔ جو کام اللہ اور رسول ﷺ نے عبادت بتلائے وہ عبادت جانے اور بجا لائے اور جو چیز حلال و مباح ہے اس کو کھائے اور عمل میں لائے مگر ہاں بعضے امر حلال مباح سے اگر کسی بڑی عمدہ مامور عبادت میں خلل پڑتا ہو یا اس مباح اور حلال سے آدمی گناہ میں گرفتار ہوتا ہو تو ایسی جگہ اس مباح اور حلال کو اتنے ہی مطلب تک ترک کر دے

مگر حلال اور مباح جانتا رہے۔ جیسے بیمار مرض کے خوف سے اچھا ہونے کے لیے طبیب کی صلاح کے موافق روٹی' گوشت وغیرہ ترک کرے۔ پھر جب صحت ہو جائے تب کھائے۔

اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت میں جس کام کا جس قدر حکم ہو اُتنا ہی اور ایسا ہی بجا لائے۔ اپنی طرف سے احتیاط تام رکھ کر اور کچھ قید میں نہ بڑھائے:

یقینی کامیابی کی ضمانت

((عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتٰبُ اللّٰهِ وَ سُنَّةُ رَسُوْلِهٖ.))

[موطا امام مالک' مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چھوڑیں تم میں میں نے دو چیزیں کہ ہرگز نہ گمراہ ہو گے جب تک مضبوط پکڑے رہو گے ان دونوں کو۔ ایک کتاب اللہ دوسری سنت رسول اللہ (ﷺ) کی۔"

یعنی آدمی کشمکش میں گرفتار رہتا ہے۔ دنیا اپنی طرف بلاتی ہے' شیطان اپنی طرف کھینچتا ہے۔ باپ ماں اپنے روّیہ پر چلانا چاہتے ہیں اور بادشاہ امیر اپنے روّیہ پر اور اُستاد پیر اپنے طریقہ پر اور دوست یار اپنی وضع پر اور بیوی و اولاد اپنی مرضی کے موافق آدمی کو چلانا چاہتے ہیں جبکہ آدمی کو ان سب سے حاجتیں درپیش ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے کلام اللہ میں اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے دنیا کمانے کے اور شیطان کے دفع کرنے کے حیلے اور اسباب اور ماں باپ کی تابعداری کی طرح اور بادشاہ اور امیر کی فرمانبرداری کی وضع اور استاد اور پیر کی پیروی کا طریق اور دوست آشنا کی دوستی نبھانے کے انواع اور بیوی' بچوں کے حقوق سب مفصل بیان کیے۔ تو جب تک آدمی اللہ کی کتاب قرآن اور رسول اکرم ﷺ کے روّیہ اور طریق کو مضبوط پکڑے' اللہ کی رسّی کو کسی حال میں

نہ چھوڑے تب تک ہرگز گمراہ نہ ہوگا اور اگر قرآن کو اور رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دے تو دنیا داری کے سبب ماں باپ کے رویہ اور رسوم پر چل کر یا بادشاہ' امیروں کی فرمانبرداری کر کے یا اُستاد پیر کے بہکانے سے یا دوست آشنا کے اغوا سے یا اپنی بیوی کی تابعداری سے گمراہ ہو جائے اور جو قرآن و سُنّت کو مضبوطی سے اختیار کرے گا تو ان سب کا کہنا اسی بات میں مانے گا جو کتاب اللہ اور سُنّت کے موافق ہو اور اگر موافق نہیں تو ہرگز نہ مانے۔

بڑی کم بختی اس کی جو عیسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ کر دجال کے پیچھے جائے اور زیادہ تر بد نصیبی اس کی جو اللہ ہادیٔ مطلق اور محمد رسول اللہ ﷺ رہنمائے برحق کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا پیشوا بنائے۔

نبی ﷺ کے یاروں کا بن یار

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ فَاِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ أُولٰئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ كَانُوْا أَفْضَلَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَأَبَرَّهَا قُلُوْبًا وَّأَعْمَقَهَا عِلْمًا وَّأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَلِإِقَامَةِ دِيْنِهٖ فَاعْرِفُوْا فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْهُمْ عَلٰى آثَارِهِمْ وَتَمَسَّكُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَسِيَرِهِمْ فَاِنَّهُمْ عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ.))

[مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ]

"سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس کو اچھا رویہ کرنا ہو اور سیدھی راہ چلنا ہو تو چاہئے کہ وہ راہ چلے اور پیروی کرے ان کی جو فوت ہو گئے' اس لیے کہ زندہ پر فتنہ سے امن نہیں۔ سو وہ لوگ اصحاب محمد ﷺ کے تھے کہ وہ افضل تھے اس اُمت میں اور نیک تر تھے دلوں سے اور نہایت دُور اندیش تھے ازروئے علم کے اور بہت کم تکلف کرنے والے تھے کہ اختیار کیا تھا ان کو اللہ

تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت کے لیے اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے اور ان کی فضیلتوں اور عظمتوں کو پہچانو اور مضبوطی سے پکڑ لو ان کے اخلاق اور عادتوں کو اپنی استطاعت کے مطابق اس لیے کہ وہ یقینی طور پر سیدھی راہ پر گامزن تھے۔"

یعنی نئی نئی راہیں اور رویہ نہ نکالو اور جس کو نیک راہ چلنا ہو تو پیغمبر ﷺ کے یاروں کے قدم پر قدم رکھ کر چلے اور انہیں کی رسوم اور عادتیں خوب مضبوط ہو کر اختیار کرے۔ اس لئے کہ وہ لوگ نہایت صاف باطن اور پاک دل تھے اور ان کو علم میں نہایت فہم تھا' فراست اور سمجھ تھی کہ دور کی بات سوچتے تھے اور تکلف ان میں نہایت کم تھا اور ظاہر داری کم کرتے تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کا ان کو مصاحب بنایا تھا کہ ان سے دین قائم ہو۔ سو ان کی بزرگیاں اور خوبیاں دریافت کرو اور وہ صراطِ مستقیم پر تھے۔ بعد ان کے جوں جوں پیغمبر ﷺ کا زمانہ دور ہوتا گیا پچھلے لوگ جو پیدا ہوتے گئے اُن کے کاموں میں شیطان اندازی دخل کرتا گیا۔ اور نفسانیتیں پیدا ہوئیں اور اختلاف بہت سا پڑا۔ سو مسلمان کو اپنے وقت میں یونہی مناسب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی راہ کو جو سب سے افضل اور پاک باطن اور بے تکلف اور سب کے سب اصل جاری کرنے والے دین کے تھے' اختیار کرے اور نئی نئی باتیں نہ نکالے اور ان کی نکالی ہوئی راہ پر نہ چلے ورنہ تو موت اور قیامت نزدیک ہے۔ مرنے کے بعد اور قیامت کو سب حال معلوم ہو جائے گا۔

حوضِ کوثر پر پہنچ کر تشنہ لب رہ جانے والے کون؟

((عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنِّیْ فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنَنِیْ ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِیْ وَبَيْنَهُمْ فَأَقُوْلُ إِنَّهُمْ مِنِّیْ فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَأَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ

بَعْدِیْ.)) [متفق علیہ' مشکوۃ باب الحوض والشفاعۃ]

"سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
"میں تم سب سے آگے حوضِ کوثر پر جاؤں گا- جو شخص میرے پاس پہنچے گا حوضِ کوثر سے جام پئے گا اور جو ایک بار پئے گا ہرگز کبھی پیاسا نہ ہوگا- البتہ مجھ پر وارد ہوں گے کئی فرقے کہ میں ان کو پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے- پھر (اچانک) ایک پردہ حائل ہو جائے گا میرے اور ان کے درمیان' تو میں کہوں گا کہ : یہ تو میرے (امتی) ہیں (یعنی ان کو حوض پر آنے دو) تو جواب ملے گا : (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!) تو نہیں جانتا کہ ان لوگوں نے (تیری وفات) کے بعد دین میں کیا کیا نئی نئی باتیں نکال لی تھیں-" تب میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہوں گا : "دور کرو ان کو مجھ سے' ان کو مجھ سے دور کرو کہ جنہوں نے میرے (دنیا سے جانے کے) بعد دین کو ہی بدل ڈالا-"

یعنی روزِ قیامت کو جب آفتاب میل برابر نزدیک ہوگا اور دوزخ سامنے آئے گی تو نہایت گرمی کی شدت ہوگی اور لوگوں کو پیاس لگے گی اور وہاں ایک حوض ہوگا کہ جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سرد ہوگا- اس حوض پر ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم آگے جا کر ٹھہریں گے اور جو پیاسا ادھر جائے گا اس کو پانی پلائیں گے- تو وہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا-

اس اثناء میں بدعتی لوگ بھی جنہوں نے دین کے کام میں نئی نئی باتیں اور رسمیں نکالی تھیں اور سنت اٹھا کر بدعت ایجاد کی تھی' حوضِ کوثر پر جائیں گے- تو بسبب اس کے کہ وہ کلمہ پڑھتے تھے اور نماز' روزہ ادا کرتے تھے (ان کے پانچوں کلیاں وضو کی جگہیں روشن ہوں گی- انتہی) نشانیوں سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پہچانیں گے کہ یہ میری امت میں ہیں اور وہ لوگ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانیں گے کہ یہ ہمارے پیغمبر ہیں- اس عرصہ میں فرشتے ایک پردہ ان بدعتیوں کے درمیان آڑ کر دیں گے اور حوض پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کو نہ جانے دیں گے- رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم یہ حال دیکھ کر فرشتوں سے

فرمائیں گے کہ یہ تو میری اُمت کے لوگ ہیں ان کو کیوں روکتے ہو؟ وہ فرشتے عرض کریں گے : آپ کے بعد ان لوگوں نے دین میں نئی نئی باتیں نکالی تھیں کہ وہ آپ کو معلوم نہیں- تو آپ یہ بات سن کر ان سے ایسے ناراض اور بیزار ہو جائیں گے کہ باوجود اس خلق عظیم کے اُن لوگوں کے حق میں فرشتوں سے ایسی آفت کے وقت میں کہ یہ پیاسے اور محتاج ہوں گے قیامت کے میدان میں فرمادیں گے کہ دُور کرو ان کو' دُور کرو کہ انہوں نے میرے بعد دین میں نئی نئی باتیں نکال کر دین کی صورت بدل دی- گویا دین ہی اور کر دیا- بلکہ اصل دین میں خلل آگیا اور جس واسطے اللہ تعالٰی نے پیغمبر ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا تھا کہ بدعت اُٹھادیں سو انہوں نے اور بھی بدعتیں ایجاد کیں-

یہاں پر ایک اور بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالٰی نے قرآن لوگوں کی ہدایت کے واسطے پیغمبر ﷺ کی معرفت بھیجا اور دین و دنیا کی سب باتیں مجمل اور مفصل قرآن میں بیان کر دیں اور پیغمبر ﷺ نے اس کے بموجب عمل کر کے دکھلا دیا اور مجمل بات کو مفصل کر کے بتلا دیا- جب قرآن تمام ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے جانے کے دن قریب ہوئے تو اللہ تعالٰی نے فرمایا :

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدہ ۵ / ۳]

"آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا-"

یعنی قرآن میں سب باتیں تمہارے کام کی صاف صاف کہہ دیں اور دین کو پورا اور کامل کر دیا اور نعمت اللہ کی جو قرآن کا نازل ہونا تھا سو پورا ہو چکا- اس کے بعد اگر کوئی (شخص دین میں) کچھ بات بڑھائے اور نئی راہ نکالے تو وہ بات قرآن سے باہر ہے اور اللہ کے فضل سے دُور اور دینِ اسلام سے بعید اور یا کوئی قرآن کے حکموں میں سے کوئی بات گھٹائے اور کم کرے تو دین میں جس کو اللہ تعالٰی نے پورا اور کامل کیا تھا نقصان کیا اور اللہ کا فضل کم کر دیا-

قصہ مختصر جب رسولِ رحمت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ دنیا سے تشریف لے گئے اور قرآن کا علم کم ہوتا گیا اور نئے لوگ پیدا ہوتے گئے اور دین میں نئی نئی باتیں نکالتے گئے پھر بعد میں جو لوگ پیدا ہوئے اُن نئی باتوں کو اپنے بزرگوں کی راہ و رسم جان کر اس دین کی بات ان رسموں میں ملاتے گئے۔ پھر اب ایسا ہو گیا کہ وہ رسم و رسوم اور دین کی بات مل کر ایک بات ٹھہر گئی (یعنی دین اور رسومات یکجا مل کر ایک ہی ہو گئے ہیں) اور احمق لوگ اس دین کی بات اور مسلمان کا کام سمجھنے لگے۔ تو دین جیسا اُس وقت میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے تھا جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اب ویسا نہیں رہا۔

مثلاً ختنہ کرنا سنّت ہے اور اس میں کچھ اور اسباب اور سامان نہیں چاہئے اور آپ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں اسی طرح بے تکلف بچوں کے ختنے ہوا کرتے تھے پھر پچھلے لوگوں نے اس میں نئی نئی پخیں نکالیں۔ اور چھڑکے کپڑے اور سرا اور باجا اور راگ ایجاد کیا۔ پھر اب کے جاہل ان سب کاموں کو ختنے کے لوازمات سے سمجھتے ہیں اور مفت میں بدعت کو ایک کر دیا۔ علی ہذا القیاس نکاح وغیرہ میں بدعتیں ایجاد کر کے نیک کام اور بد کو ملا کر ایک ہی ٹھہرا لیا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ جو نیک بخت موافق سنّت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے روّیہ کے عمل کرے اور کچھ رسوم و رواج نہ کرے تو لوگوں کے نزدیک اس کام کا اعتبار نہ ہو اور کمبخت بدعتی اور جاہل اس پر ہنسیں اور طعن کریں۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو بدعات سے بچا کر سنّت کے موافق عمل کرنے کی توفیق بخشے، آمین یا ربّ العالمین۔

بدعات القبور

اس باب میں ان آیتوں اور حدیثوں کا ذکر ہے جن سے اُن بدعتوں کی برائی ثابت ہو رہی ہے کہ جو بدعتیں قبروں سے متعلق ہیں۔ سو جاننا چاہیے کہ اصل زیارت قبر کی' بغیر قید لگائے (یعنی متعین کیے بغیر) دن' تاریخ' سال اور اجتماع کے' مرد کے لئے جائز اور مستحب بلکہ سُنّت ہے' کہ قبروں کو دیکھنے سے موت اور آخرت یاد آئے اور دُنیا کی محبت (دل سے نکل) جائے۔ سوائے اس نیّت کے اور کسی نیت سے قبروں کی زیارت کو جانا اور دُور دراز سے سفر کر کے جانا' دن اور وقت اور تاریخ کی قید لگانا (متعین کرنا) میلہ اور اجتماع قبروں پر کرنا' وہاں چراغ جلانا' قبر کے سبب قبرستان میں مسجد بنانا' عورت کا قبر کی زیارت کو جانا' قبر پر چادریں ڈالنا' قبروں پر (چونا) گچ کرنا' مُردوں کی تاریخیں (تاریخِ پیدائش و تاریخِ وفات وغیرہ) اور مقبروں یا قبروں پر آیتیں وغیرہ لکھ دینا' قبروں پر مقبرے بنانا' قبر ایک بالشت سے اُونچی بنانا' قبر کے پاس بہتر جان کر نماز پڑھنا' قبروں کے مجاور بن کے بیٹھنا' قبروں کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جو مسجد کے لیے مخصوص ہے۔ قبر کے پاس سرود اور لہو کے کام جو کہ عید میں چاہئیں' ان مُردوں کی خوشی جان کر کرنا' یہ سب کام مکروہ' حرام اور بدعت ہیں۔

جو لوگ ان کاموں کو کرتے ہیں تو اکثر اس سبب سے کرتے ہیں کہ وہ بزرگوں کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا جانتے ہیں تو ان سے حاجتیں اور مرادیں مانگتے ہیں۔ سو ان مُردوں کی خوشامد کے لیے یہ کام کرتے ہیں اور حقیقت میں حاجت روا اور مشکل کشا

سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ وہ بزرگ خود اللہ کے محتاج تھے اور ہر امر میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے' اور یہی ان میں بزرگی تھی' کہ وہ ہر امر (ہر کام' ہر معاملہ) میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ سوا اللہ تعالیٰ کے غیروں کا انکار کرتے تھے' پھر وہ کیونکر حاجت روا اور مشکل کشا ہو گئے۔

قبر پرستی اصل میں یہود و نصاریٰ کا شیوہ ہے

ان کاموں کی اصل یہود اور نصاریٰ سے ہے' کہ وہ اپنے پیغمبروں اور بزرگوں سے جب وہ مر جاتے تھے تب ان کی قبریں سنگین چونا کاری کی بنا کر ان کے ساتھ ایسی پرستش کے کام کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾ [آل عمران ۳ / ۶۴]

"(اے رسول! اللہ کے راستے کی دعوت دیجئے اور ان عیسائیوں اور یہودیوں سے کہہ دیجئے) اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ کہ جو ہم میں اور تم میں مسلّم اور مشترک ہے (وہ یہ ہے کہ) ہم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں۔ اگر یہ لوگ اس بات سے منہ موڑیں تو (اے ایمان والو) کہہ دو کہ تم گواہ رہنا کہ ہم تو (فقط) مسلمان ہیں۔"

یہودی عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے اور یہ جانتے کہ وہ اللہ کے یہاں کارندہ مختار ہیں' جو چاہیں سو کریں۔ پھر ان کی روح کو پوجتے اور ان سے منتیں اور مرادیں مانگتے اور جو عالم یا درویش اچھا نامی (نیکی میں مشہور) ان میں مرتا تو اس کی روح کو اور قبر کو پوجتے' قبر کے پاس مسجدیں بناتے اور وہاں نماز پڑھنا زیادہ ثواب جانتے اور وہاں مراقب

ہو کر بیٹھتے۔ جبکہ نصاریٰ (عیسائی) عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بتاتے اور اپنی دانست میں عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے جس مقام پر سُولی دیا ہے اس مقام پر اور انطاکیہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے یار (صحابی) یوحنا کی قبر پر میلہ کرتے تھے۔ جو عالم' مولوی' درویش ان میں مرتا تو اس کی اُونچی بلند پختہ قبر اور نمایاں مسجد بناتے۔ (وہاں) روشنی کرتے اور نبیوں' ولیوں کی قبروں پر مراقب (مراقبہ کرکے) بیٹھتے تھے۔ یہود اور نصاریٰ دونوں اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کو اللہ کا کارندہ مختار' اپنا حاجت روا اور مشکل کشا جانتے اور ان کے عالم مولوی درویش جو بات کہہ دیتے اس کو یہ اللہ کا حکم سمجھتے اور اس کی تحقیق نہ کرتے۔ ان کے ان عقائد کو اللہ تعالیٰ نے شرک قرار دیا اور یوں بتایا کہ یہ تمہارے پیغمبر' عالم اور درویش تم میں سے آدمی ہی تو تھے' تو پھر تم ان کو اپنا رب' پرورش کنندہ' اصل فیض رساں کیوں سمجھتے ہو؟ اس طرح ان بزرگوں کو ماننا نہ تورات اور انجیل اللہ کی کتاب میں لکھا ہے نہ ان پیغمبروں نے کہا ہے۔ پھر اپنی طرف سے کیوں ایسے شرک کے کام کرتے ہو؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی مسلمانوں کو یہی حکم کیا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہ کرو اور کسی سے سوائے اللہ تعالیٰ کے حاجتیں نہ مانگو' سو ہماری کتاب قرآن اور یہود اور نصاریٰ کی کتاب تورات و انجیل کا مطلب (حکم) اس مقدمہ میں ایک ہی تھا' مگر یہود و نصاریٰ اپنی کتاب کے موافق عمل نہیں کرتے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے میرے پیغمبر! یہود و نصاریٰ سے کہہ دو کہ اے کتاب والو!..... سوائے اللہ کے اوروں کی روحوں اور قبروں کا پوجنا (عبادت کرنا) چھوڑو اور سیدھی بات پر آؤ۔ جو بات ہماری کتاب' قرآن اور تمہاری کتاب تورات اور انجیل دونوں کے موافق ہے' کہ ہم اور تم سوائے اللہ کے کسی پیر' پیغمبر' ولی' درویش' جن' بھوت' درخت اور قبر وغیرہ کی بندگی (پوجا) نہ کریں' کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں اور کوئی آدمی کسی آدمی کو اپنا رب اور پرورش کنندہ اصل فیض رساں نہ ٹھہرائے۔ پھر اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم!..... اگر یہود اور نصاریٰ اس بات کو قبول نہ کریں اور پیغمبر اور بزرگوں کی روح اور قبروں اور بزرگوں کی نشانیوں کا پوجنا نہ چھوڑیں تو تو ان سے

کہہ دے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا حکم مانتے ہیں' تم بھی (اس بات پر) گواہ رہو- اس آیت سے معلوم ہوا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی پیر اور پیغمبر کو اس طرح ماننا اور اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا اور ان کی قبروں پر حاجت روائی کیلئے جانا' اللہ تعالیٰ کی سب کتابوں کے خلاف ہے' کسی شریعت میں اس کا حکم نہیں اور یہ شرک ہے- یہ یہود و نصاریٰ کی ایجاد ہے لیکن موجودہ جاہل مسلمان وہی کام اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کی روحوں اور قبروں کے ساتھ کرنے لگے- اگر سمجھایئے کہ یہ بات قرآن کی رو سے منع ہے تو واہی تباہی دلیلیں لاتے ہیں' اپنے بعضے بزرگوں کے کلام کو قرآن کے مقابلہ میں سند پکڑتے ہیں' تو اب ان سے بھی یوں ہی کہنا چاہئے کہ جو بات ہمارے تمہارے دونوں کے نزدیک ثابت ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی بندگی نہ کرنی چاہئے- اسی بات کی طرف آجاؤ کہ ہم اور تم دونوں اللہ ہی کی عبادت کریں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو اپنا حمایتی اور مشکل کشا اور حاجت روا نہ سمجھیں اور کسی خورد و بزرگ کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور سوائے اللہ کے کسی کو اپنا پرورش کنندہ' فیض رساں نہ جانیں- پھر اگر یہ لوگ مانیں تو ھو المراد اور اگر نہ مانیں اور اس طرح بزرگوں کا پوجنا نہ چھوڑیں تو ان سے کہنا چاہئے کہ ہم تو اللہ کے حکم کے تابع ہیں' ہم نے اس کا حکم نہ مانا' تم بھی گواہ رہو-

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تمام رسول اللہ کی پرستش کی تعلیم دیتے رہے

اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴾ [آل عمران ۳ / ۷۹]

"کسی بشر کو یہ زیب نہیں دیتا کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو کتاب' حکم اور

نبوت عطا فرمائے تو پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم اللہ کے علاوہ میرے بھی بندے بن جاؤ بلکہ (وہ تو یہی کہے گا کہ) تم خاص اللہ تعالیٰ کے بندے ہو۔ اس وجہ سے کہ تم اللہ کی کتاب کو پڑھاتے بھی رہتے ہو اور پڑھتے بھی رہتے ہو (تو وہ اللہ کی کتاب کے خلاف تم کو اپنا بندہ بننے کے لیے کیسے کہہ سکتا ہے)۔"

یعنی جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے عقلمندی اور پیغمبری دی اس سے یہ ہرگز نہ ہو سکے۔ اس کا یہ کام نہیں کہ لوگوں سے یہ بات کہے کہ تم اللہ کو چھوڑو اور میری بندگی کرو اور مجھی کو مانو۔ میں تمہارا مشکل کشا اور حاجت روا ہوں' اللہ نے مجھے مختار کر دیا ہے۔ میری پرستش کرنے سے اللہ کی بندگی کی حاجت نہیں رہتی۔ لیکن ہاں عقلمند اور پیغمبر لوگوں سے یہی بات کہتے ہیں کہ تم رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور ربانی (اللہ والے) بن جاؤ۔ جیسے تمہاری کتاب میں لکھا ہے کہ وہ کتاب سکھاتے ہو اور خود اس کتاب میں یہی مضمون پڑھتے ہو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی عقلمند اور پیغمبر کا یہ حکم نہیں کہ اللہ کو چھوڑ کر پیغمبر اور بزرگوں کی پرستش (عبادت) کرو اور نہ کسی عقلمند اور پیغمبر کا یہ مرتبہ اور مقدور ہے (یعنی نہ اُن کو یہ قدرت و طاقت ہے) کہ وہ لوگوں سے ایسی بات کہہ سکے کہ اللہ کے سوا میری پرستش کرو اور سب پیغمبر اور عقلمند لوگوں سے یہی کہتے آئے ہیں کہ اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ' اسی کو اپنا مالک اور رب' پرورش کنندہ' حاجت برآرندہ سمجھو۔ پھر اگر اب کوئی شخص اس مضمون کی حدیث یا کسی بزرگ کا قول نقل کرے کہ سوائے اللہ کے اور کسی بزرگ کی بھی بندگی درست ہے یعنی جو کام اللہ کی عباوت کے ہیں ان کاموں میں سے کسی کام کو اور کسی کیلئے بھی کرنا درست بتائے' سو وہ غلط ہے۔ پیغمبر یا کسی عقلمند کا فرمان خلاف حکم اللہ ممکن نہیں۔ اگر وہ الفاظ فرمانا ثابت ہو تو اس کے معنی ہی کچھ اور ہوں گے۔ غرضیکہ یہ جو اس زمانہ میں لوگ مردہ بزرگوں کو اس طرح مانتے ہیں کہ اپنی حاجت بر آنے کی منتیں مانتے ہیں اور قبروں پر نذر و نیاز چڑھاتے ہیں اور منزلوں سے سفر کر کے جاتے اور قبروں کو چومتے ہیں۔ سو ان کاموں سے وہ بزرگ خوش نہیں اور انہوں نے یہ بات نہیں کہی۔ (یعنی انہوں نے

جو کچھ ہے جانتا ہے۔ اگر تو انہیں سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو
معاف کر دے تو بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے یعنی تو اپنی حکمت کے
تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے یہ بھی کر سکتا ہے۔"

عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوئے اور ان کے ہاتھ سے مردے زندہ ہوئے اور مادر زاد اندھے آنکھوں والے اور کوڑھی چنگے (تندرست) ہوئے۔ یہ معجزہ دیکھ کر نصاریٰ ان کو اللہ کا بیٹا اور ان کی ماں مریم کو اللہ کی زوجہ کہنے لگے، اور یہ جانا کہ یہ دونوں اللہ کے یہاں مختار ہیں جس سے لئے جو چاہیں سو کریں۔ یہ بات سمجھ کر ان سے مرادیں مانگنے لگے اور یہودیوں نے اپنے گمان میں عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا۔ سو یہ نصاریٰ اس سولی کی شکل بنا کر اس کی تعظیم کرنے لگے اور ایسا کرتے یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ ان باتوں سے خوش ہوتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روز محشر کو اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھے گا کہ تم نے نصاریٰ سے کہا تھا کہ تم لوگ مجھے اور میری ماں کو سوائے اللہ کے معبود مقرر کرو اور اپنی حاجتیں اور مرادیں مانگو، تب عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے: سبحان اللہ! میری کیا طاقت اور مجال! جو تیری شان میں دخل دوں اور ایسی بات لوگوں سے کہوں جو میرے لائق نہیں، میں تو اس لئے رسول ہوا ہوں کہ لوگوں کو اللہ کی طرف رجوع کرواؤں نہ یہ کہ اللہ کی طرف سے ان کو روکوں، اپنی طرف رجوع کرواؤں، اپنی ہی پوجا کرواؤں اور خود ہی معبود بنوں، میں تو بشر ہوں، اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی تو تیرے دفتر میں لکھی ہوتی اور تجھ کو معلوم ہوتی۔ بلکہ میرے دل میں بھی یہ خیال نہ آیا تھا۔ کوئی مجھ کو پوچھے، جو میرے دل میں ہے وہ تو خوب جانتا ہے، میں آدمی ہوں اور جو معجزے (مجھ سے) ظاہر ہوئے ہیں وہ تو ہی میرے ہاتھوں سے کراتا تھا اور مجھ کو تو وہ بھی نہیں معلوم جو تیرے جی میں ہے کچھ اور پھر مجھ سے کیا بن آئے وہ میرے دل کی چھپی بات تو ہی جانتا ہے اور میں نے ان لوگوں سے وہی بات کہی تھی جو تو نے حکم دیا تھا کہ بندگی اللہ ہی کی کرو جو میرا تمہارا دونوں کا ایک رب ہے۔ میرے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ان لوگوں نے مجھ کو اور میری ماں کو پوجا اور

سے بچ جائیں کہ مشائخ طریقت بدعات کو مذموم نہیں سمجھتے تاکہ اتباع سنت کے جذبہ و عمل میں سہولت رہے۔ اس سلسلہ میں ہم علامہ شاطبی کی کتاب الاعتصام ص ۱۰۶ ج ۱ سے صوفیہ متقدمین کے ارشادات جو بدعت کے رد میں ہیں، ان میں سے چند ایک بطور نمونہ ترجمہ دیتے ہیں۔

بزرگوں کی لغزش کو مذہب مت بناؤ

شیخ ابوالنون مصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ اخلاق و اعمال اور تمام امور اور سنن میں حبیب اللہ ﷺ کی اتباع کی جائے اور فرمایا کہ لوگوں کے فساد کا سبب چھ چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ عمل آخرت کے متعلق ان کی ہمتیں اور نیتیں ضعیف ہو گئی ہیں، دوسرے یہ کہ ان کے ابدان ان کی خواہشات کا گہوارہ بن گئے۔ تیسرے یہ کہ ان پر طول امل غالب آ گیا یعنی دنیوی سامان میں قرنوں اور زمانوں کے انتظام کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں حالانکہ عمر قلیل ہے۔ چوتھے یہ کہ انہوں نے مخلوق کی رضاء کو حق تعالیٰ کی رضا پر ترجیح دے رکھی ہے، پانچویں یہ کہ وہ اپنی خواہش کردہ چیزوں کے تابع ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا۔ چھٹے یہ کہ مشائخ سلف اور بزرگان متقدمین میں سے اگر کسی سے کوئی لغزش صادر ہو گئی تو ان لوگوں نے اسی کو اپنا مذہب بنا لیا اور ان کے فعل کو اپنے لیے حجت سمجھا۔

ایک شخص کو آپ نے نصیحت فرمائی کہ تمہیں چاہیے کہ سب سے زیادہ اہتمام اللہ تعالیٰ کے فرائض و واجبات کے سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کا رکھو اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع کیا ہے اس کے پاس نہ جاؤ، کیونکہ حق تعالیٰ کی عبادت کا وہ طریقہ جو اس نے خود تعلیم فرمایا ہے اس طریقہ سے بہت بہتر ہے جو تم خود اپنے لیے بناتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ ہمارے لیے اس میں زیادہ اجر و ثواب ہے جیسے بعض لوگ خلاف سنت رہبانیت کا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں۔

بدعتی کو حکمت نصیب نہیں ہوتی

شیخ فضیل بن عیاض فرماتے ہیں جو شخص کسی بدعتی کے پاس بیٹھتا ہے اس کو حکمت نصیب نہیں ہوتی۔

ترکِ سنت موتِ قلب ہے

شیخ ابراہیم بن ادہم سے کسی نے دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں دعا قبول فرمانے کا وعدہ کیا ہے، فرمایا "ادعونی استجب لکم" مگر ہم بعض کاموں کے لیے زمانہ دراز سے دعا کرتے ہیں قبول نہیں ہوتی، اس کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارے قلوب مر چکے ہیں اور مردہ دل کی دعا قبول نہیں ہوتی اور موت قلوب کے دس سبب ہیں

اول: یہ کہ تم نے حق تعالیٰ کو پہچانا مگر اس کا حق ادا نہیں کیا

دوم: تم نے کتاب اللہ کو پڑھا اور اس پر عمل نہیں کیا

سوم: تم نے رسول کریم ﷺ کی محبت کا دعویٰ تو کیا مگر آپ کی سنت کو چھوڑ دیا

چہارم: شیطان کی دشمنی کا دعویٰ کیا مگر اعمال میں اس کی موافقت کی

پنجم: تم کہتے ہو کہ ہم جنت کے طالب ہیں مگر اس کے لیے عمل نہیں کرتے اسی طرح باقی چیزیں اور شمار کرائیں

اور غرض اس حکایت کے نقل سے یہ ہے کہ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ ترکِ سنت کو موتِ قلب کا سبب قرار دیتے ہیں

بدعت سے پاک دین ہی عافیت ہے

ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ علم کثرتِ روایت کا نام نہیں بلکہ عالم صرف وہ شخص ہے جو اپنے علم کا متبع ہو اور اس پر عمل کرے اور سنتِ نبوی کی اقتداء کرے اگرچہ

بدعات اس شخص کا مقدر بن جاتی ہیں

ابو عبداللہ بن منازل فرماتے ہیں

"جو شخص اوامر شرعیہ میں سے کسی فریضے کو ضائع کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ سنن کی اضاعت میں مبتلا فرما دیتے ہیں اور جو شخص سنن کی اضاعت میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ بہت جلد بدعات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

صحیح احادیث سے ثابت سنتوں کو اپنائیے اور
بدعات سے
دامن بچائیے
مع
احکام زیارت القبور
شاہ اسمٰعیل شہید